۲۸ = البیان و التبیین ۲/ ۱۸،
۲۹ = الکامل للمبرد طبعۃ دمشق ۱/ ۱۵،
۳۰ = البیان و التبیین ۲/ ۱۶۔ ۱۸، اعجاز القرآن للرافعی ص۳۳۴،
۳۱ = ادب الحدیث النبوی، ص ۱۱۱ ۔ ۱۱۷،
۳۲ = سورہ الزخرف آیت ۵۲،
۳۳ = البیان و التبیین ۱/ ۱۳۲، مقدمتہ دیوان حسان للبرقوقی، ص ۷
۳۴ = اعجاز القرآن للرافعی ص ۳۳۰،
۳۵ = سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۸ ،
۳۶ = اعجاز القرآن للرافعی ص ۳۳۵، البیان و التبیین ۱/ ۱۳۲،
۳۷ = سورہ کہف آیت ۱۱۰،
۳۸ = سورہ آل عمران آیت ۷۴،
۳۹ = سورہ نساء آیت ۱۱۳،
۴۰ = سورہ الشعراء آیت ۹۳،
۴۱ = تاریخ طبری ۳/ ۲۳۲، روح المعانی ۱/ ۴۲،
۴۲ = ابن ہشام ۲/ ۲۸۲،
۴۳ = محمد للدکتور مصطفیٰ محمود ص ۵۲،
۴۴ = جمہرہ خطب العرب للاستاذ زکی صفوت ۱/ ۱۷۵،
۴۵ = البیان و التبیین ۲/ ۱۹،
۴۶ = تاریخ الادب العربی للزیات ص ۴۳،
۴۷ = عظمتہ الرسولؐ للاستاذ محمد عطیتہ الابراشی ص۲۷۷،
۴۸ = ادب الحدیث النبوی ص ۱۷۱ ۲، فصاحت نبوی ص ۲۱۹،
۴۹ = ایضاً"

ادعیہ ماثورہ ـــــــــ ادبی محاسن

محمد طفیل

دعا انسانی جبلت میں شامل ہے۔ چنانچہ ہر دور کا انسان نہ صرف دعا کے مفہوم سے واقف تھا بلکہ جب بھی انسان کسی مصیبت میں مبتلا ہوا ' یا کسی مشکل سے دو چار ہوا ' اس نے دعا کو اپنایا اور اس میں اپنی مشکلات کا مداوا پایا۔ تاریخ انسانی کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ خالق کائنات نے انسان کو سب سے پہلے دعائیہ کلمات سکھائے۔ (۱) اس لئے جب انسانی صلاحیتیں اور مادی وسائل ناکام ہو جاتے ہیں تو انسان دعا کے ذریعے اپنے خالق حقیقی سے استعانت کرتا ہے۔ جس کی قرآن حکیم نے ان الفاظ میں شہادت دی ہے۔

اذا مس الانسان ضر دعا ربہ منیبا الیہ (سورۃ الزمر ایت ۸)	جب انسان کو کوئی نقصان پہنچے تو وہ اپنے پالنے والے کو ہمہ تن متوجہ ہو کر پکارتا ہے۔

دعا کا بنیادی فلسفہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے انسانی بھلائی ' بندہ و خالق کے تعلقات کی استواری ' انسان کی عاجزی اور رب العزت کی عظمت و کبریائی اور ابنائے آدم کی مشکلات کا حل تلاش کیا جاتا ہے۔ اس لئے دعا کا بنیادی تصور خیر کی قوتوں کے فروغ اور شر کی طاقتوں کو نیست و نابود کرنے سے عبارت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں کسی نہ کسی شکل میں دعا کا تصور ضرور موجود رہا(۲)۔

دعا کے لغوی معنی پکارنا ' بلانا ' مانگنا ' التجا کرنا ' درخواست کرنا اور سوال کرنا وغیرہ کے ہیں۔ جبکہ شریعت میں دعا کا اصطلاحی معنی ہے۔

الابتھال الی اللہ بالسئوال و الرغبتہ فیما عندہ من الخیر الا بتھال والتضرع الیہ فی تحقیق المطلوب وادراک المامول (۳) ۔"

ترجمہ = "سوال کے ذریعے اللہ تعالی کی طرف متوجہ ہونا ' اللہ تعالی کے ہاں موجود خیر کے حصول میں اپنی رغبت اور خواہش ظاہر کرنا ' اپنے مقصد کو پانے کے لئے اللہ تعالی سے آہ و زاری کرنا اور اللہ تعالی

سے اپنی امیدوں کی بجا آوری کا نام دعا ہے -"

اس تعریف کی روشنی میں دعا دو چیزوں سے عبارت ہے ' خالق کائنات کے حضور اپنی عبودیت' احتیاج' عاجزی' کمزوری اور ضعف و رزالت کا اعتراف کیا جائے اور دلی یقین و اعتقاد کے ساتھ رب کائنات کی الوحیت' ربوبیت' قدر' عظمت و جلال اور رحمت و برکات کا اقرار کیا جائے۔ انسان جب اپنی بندگی و پستی اور خالق کون و مکان کی حاکیت' بالادستی اور آقائی کے قوی شعور اور احساس کے ساتھ اس کی بارگاہ سے نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ کچھ مانگتا' کچھ چاہتا اور اپنی معروضات پیش کرتا ہے - تو دعا کی حقیقت وجود میں آتی ہے -
جو انسان کے لئے بھلائی اور کامیابی کی ضمانت فراہم کرتی ہے - انسان جب اپنی سراپا بندگی کا اظہار کرتا ہے - تو دعا کا دوسرا عنصر ادا ہوتا ہے -

دعا کا مفہوم اور مقصد و منشاء اس امر کی جانب رہنمائی کرتا ہے کہ یہ عبدیت کی معراج ' عین عبادت بلکہ عبادت کا مغز اور انسانی بھلائی کی ضامن ہے - اس لئے ادیان عالم کے تسلسل میں اسلام نے بھی دعا کی اہمیت ' ضرورت اور افادیت کو تسلیم کیا - خالق ارض و سماء نے انسانوں کو اپنی عموی تعلیم کے ذریعے سے سکھایا کہ جب میرے بندے مجھے پکارتے ہیں 'مجھ سے مانگتے اور سوال کرتے ہیں تو میں ان کی دعائیں سنتا ' ان کی حاجات پوری کرتا اور ان کی بگڑیاں بناتا ہوں-(۴)

یہی وجہ ہے کہ خود رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قرآن حکیم میں جابجا دعا مانگنے کی تعلیم دی گئی - اھد نا الصراط المستقیم ' خذا العفو وامر بالعرف اور رب زدنی علما" (۵) محسن انسانیت کو دعا سکھانے کی عمدہ مثالیں ہیں - رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا کی تعلیم دینے میں یہ حکمت بھی مضمر ہے کہ آپ کے ذریعے امت کا رشتہ خالق کائنات سے جوڑ دیا جائے - قرآن و حدیث میں مذکور دعاؤں کو عام کیا جائے تاکہ انسان اپنے شب و روز اور ان کے تمام لحات میں اللہ تعالی کی رحمت و شفقت کا طالب اور انسانی بھلائی کا خواھاں رہے -

انسانیت کے غم گسار اور سلسلہ نبوت کے آخری پیغمبر نے اس حکم الہی پر جس عمدہ طریقے سے عمل کیا وہ حیات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک سنہری باب ہے - ایک طرف آپ نے اپنی امت کو اس حقیقت سے آگاہ کیا کہ دعا تمام نازل شدہ اور نازل ہونے والی مصیبتوں سے چھٹکارا دلاتی ہے اور جو بندہ اللہ تعالی کا فضل طلب نہیں کرتا ' اللہ تعالی اس سے ناراض ہوتا ہے کیونکہ تنگی میں فراخی کی امید

عمدہ عبادت ہے (۶) ۔

دوسری طرف آپ نے امت مسلمہ کو ایسی دعائیں سکھائیں جو زندگی کے کم و بیش تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہیں ۔ خوشی کا موقعہ ہو یا غمی کا ' انسان سو رہا ہو یا بیدار ہو' خواب دیکھ رہا ہو یا حقیقت کی گتھیاں سلجھا رہا ہو ' اطمینان کی کیفیت سے گزر رہا ہو یا خوف و ملال کی حالت سے دوچار ہو ' صبح کا وقت ہو یا شام کا 'ولادت کا مرحلہ درپیش ہو یا موت اور بعد الممات کی منازل ہوں ۔ ہر ہر لمحہ اور ہر ہر حالت کے لئے محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم سے دعائیں مروی ہیں۔ یہ "ادعیہ ماثورہ" ہیں۔ انہیں ادعیہ مسنونہ بھی کہتے ہیں ۔ چونکہ یہ دعائیں حیات انسانی کے ہر ہر پہلو کا احاطہ کرتی ہیں ۔ اس لئے ان کی تعداد کا صحیح شمار دشوار کام ہے ۔ امام ابو عیسی ترمذی نے اپنی "سنن" کے ابواب الدعوات میں چھوٹی بڑی ۲۵۴ دعائیں نقل کی ہیں ۔ ان کے علاوہ دوسرے بہت سے اہل علم نے بھی "ادعیہ ماثورہ" پر مستقل کتابیں (۷) تحریر کی ہیں ۔ جنہیں ترتیب زمانی کے مطابق مرتب کرنا بجائے خود ایک تحقیقی کام کا متقاضی ہے ۔ مزید برآں حدیث نبوی کی تمام کتب میں بھی دعا کے ابواب شامل کر دیئے گئے ہیں ۔ ہر کتاب کے مطالعہ سے "ادعیہ ماثورہ" کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے ۔

"ادعیہ ماثورہ" کی عبارات پر غور کیا جائے تو بعض ادعیہ صرف دو الفاظ پر مشتمل ہیں جیسے "سل تعط" (جو مانگو ملے گا) لیکن بعض ادعیہ طویل عبارات پر مشتمل ہیں ۔ جن کا بنیادی مقصد رب کائنات کی رحمت ' شفقت اور عنایات کا حصول اور انسانی ضروریات کی تکمیل ہے ۔ ان دعاؤں کے اسنادی پہلو پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ "ادعیہ ماثورہ" چونکہ عہد رسالت میں بھی معروف اور متداول ہو گئی تھیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بہت سی "ادعیہ ماثورہ" یاد کر لی تھیں وہ یہ دعائیں خود بھی مانگا کرتے اور تابعین کو بھی سکھایا کرتے تھے ۔ اس لئے "ادعیہ ماثورہ" کی اسناد قوی اور مرویات مضبوط ہیں ۔ اس بناء پر اہل علم کی یہ رائے ہے کہ "ادعیہ ماثورہ" کے الفاظ وہی ہیں ۔ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ادا ہوئے اس لئے یہ دعائیں انسانی قلب پر اثر انداز ہوتیں اور اللہ تعالی کے ہاں قبولیت پاتی ہیں نیز حدیث نبوی کے تحفظ و بقاء کی زندہ مثال ہیں ۔

"ادعیہ ماثورہ" کا کئی پہلوؤں سے مطالعہ کیا گیا ' محدثین کرام نے ادعیہ کے استنادی پہلو کو اجاگر کیا ۔ صحیح ' ضعیف ' احسن اور سقیم کا درجہ اور حکم متعین کیا ۔ انہیں روایت و درایت کے سنہری

اصول پر پرکھا ۔ اہل اللہ اور اصحاب تصوف نے "ادعیہ ماثورہ" کو اپنی عملی زندگیوں میں اپنایا ۔ چنانچہ صوفیائے کرام نے خاص خاص ادعیہ کو اپنے سلاسل تصوف اور اوراد وظائف کے طور پر اختیار کیا اور عاشقان رسول نے "ادعیہ ماثورہ" کو حرز جان بنایا اپنی روحانی تسکین اور درجات سلوک طے کرنے کے لئے ان کا شب و روز ورد کیا ۔ اور جب یہ ادعیہ ان کے قلب و زبان پر جاری ہو گئیں تو صوفیائے کرام نے ان ادعیہ مبارکہ کو انسانی دکھوں کے مداوے اور بیماریوں کے علاج کے لئے استعمال کیا۔

ان سب پہلوؤں کی اپنی اپنی اہمیت اور افادیت ہے جن کا مطالعہ ایک علمی ضرورت ہے ۔ تاہم ہم اس مختصر سی تحریر میں اس امر کا جائزہ لینے کی کوشش کریں گے کہ "ادعیہ ماثورہ" کا عربی زبان و ادب میں کیا مقام و مرتبہ ہے ؟ اور ادعیہ مسنونہ نے عربی زبان کو کیا کچھ دیا ہے ؟ اور ان کے ادبی محاسن کیا ہیں ؟ یہ موضوع بجائے خود بہت طویل ہے ۔ جس کا احاطہ اس تحریر میں ممکن نہیں ہے ۔ اس لئے چند مثالوں کے ذریعے بات واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی ۔

ظہور اسلام کے وقت عربی ادب کا جائزہ لیا جائے تو وہ غزل ، مدح ، ہجو ، فخر ، انسانی اوصاف کے بیان اور مرثیہ جیسے موضوعات پر مشتمل ہے ۔ جبکہ اسلام نے عربی ادب کو قرآن حکیم جیسا لازوال ادبی شہ پارہ عطا کیا۔ جو پوری انسانیت کے لئے بیک وقت کتاب رشد وہدایت بھی ہے ۔ اور ادبی شاہکار بھی ۔ اس کے ساتھ ہی اسلام نے عربی ادب کو حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں نہ صرف ہدایت اور رہنمائی کا سامان فراہم کیا ، بلکہ جدید الفاظ ومعانی ، تراکیب، محاورات، مفاہیم اور ضرب الامثال کا ایک ایسا بحر بیکراں عطا کیا جس کی بدولت عربی ادب کو آداب عالم میں ارفع واعلیٰ مقام میسر آیا۔

حدیث نبوی زندگی کے جملہ پہلوؤں کا احاطہ کرتی ، انسان کے تمام قسم کے جذبات واحساسات کا اظہار کرتی ، تہذیب وثقافت کی تمام جہتوں کو واضح کرتی اور خالق اور بندے کے تعلق کو مختلف انداز میں بیان کرتی اور الگ الگ پیرایوں میں اجاگر کرتی ہے۔ جن کی معروف صورت "ادعیہ مسنونہ" ہیں ۔ جو ادبی شاہکار ہیں ۔ ان میں نہ صرف بیان، معانی ، بدیع وغیرہ کے اصول پیش نظر رکھے گئے ۔ بلکہ اقوال رسول میں الفاظ کی ساخت ، صرف ونحو کے قواعد اور لغت نویسی کے بنیادی نکات بھی موجود ہیں ۔ جن سے لسانی علوم کے ماہرین نے بھرپور استفادہ کیا اور مختلف علوم کے مؤسسین اور ماہرین حدیث نبوی سے بھرپور انداز میں استشہاد کیا (۸)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بھر خالق ومالک کائنات سے اپنا تعلق اس طرح استوار کیے رکھا کہ اگر آپ کی حیات طیبہ کے لحات شمار کیے جائیں تو ان کا ایک بڑا حصہ دعا کرتے گذرا ' سفر وحضر' سوتے ' جاگتے ' اٹھتے ' بیٹھتے نیز زندگی کے ہر لمحہ میں آپ مصروف دعا دکھائی دیتے ہیں ۔ نماز بھی دعا ہی ہے جو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے ۔

حتی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں جو آخری الفاظ ادا کیے وہ ' " اللھم بالرفیق الاعلی " (۹) دعائیہ کلمات ہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ "ماثورہ ادعیہ "کی تعداد بہت زیادہ ہے ۔ جن کا تاحال احاطہ اور تحقیقی مطالعہ نہیں ہوا۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دعا عبادت کا مغز(۱۰) اور جوہر ہے " اللہ تعالی کے ہاں دعا سے بڑھ کر کوئی چیز زیادہ باعظمت نہیں ۔" دعا ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعے انسان براہ راست اپنے خالق ومالک سے مخاطب ہوتا۔ اس سے رازونیاز کرتا ۔ اپنی مشکلات پیش کرتا۔ رب کائنات کی عظمت کا اعتراف اور اپنی کم مائیگی ' بے چارگی اور ناتوانی کا اظہار کرتا ہے۔ اپنی حاجات چاہتا اور حاجات پوری کرنے والے کی بندگی بجا لاتا اور اس کی عظمت کے گیت گاتا ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمائی کہ روز مرہ کی چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کے لئے بھی اللہ تعالی کا دروازہ کھٹکھٹاؤ' آپ نے مثال سے واضح فرمایا کہ نمک ختم ہو جائے یا جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے وہ بھی اللہ سے مانگو۔ کیونکہ وہی انسانی ضرورتیں پوری کرتا ہے ۔ جب دعا پوری زندگی کے جملہ پہلوؤں پر محیط ہے تو وہ عربی ادب کو نیا محاورہ ' روز مرہ اور ضرب الامثال بھی عطا کرتی ہے نیز عربی ادب کو جدید پیرائیہ بیان اور ادبی محاسن عطا کرتی ہے۔ دعا کے ذریعے عربی ادب کو حفظ قرابت کا پیرائیہ بیان ملا۔ کیونکہ جاہلی ادب دعائیہ پیرائیہ بیان سے بہت حد تک خالی ہے ۔

اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ جس طرح قرآن حکیم ادب ' معانی ' بلاغت یا نظم ونثر کی کتاب نہیں ہے۔ اسی طرح وحی غیر متلو ہونے کی حیثیت سے حدیث نبوی بھی نہ شعر ہے اور نہ ہی گنجلک اور مشکل نثر۔ بلکہ یہ ابلاغ کا ایک ایسا موثر نمونہ ہے جو گفت وشنید ' طرز تخاطب اور ابلاغیات کے عمدہ پہلو اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہے اور قرآن حکیم کی طرح ارشادات نبوی سے صرف' نحو' معانی' بیان اور بلاغت کی تقویت کے لئے مثالیں اخذ کی گئیں۔ جن احادیث کو ادبی استشهاد کے لئے پیش کیا گیا ان میں "ادعیہ ماثورہ " سرفہرست رہیں کیونکہ یہ انسانی قلوب میں راسخ اور زبانوں پر

جاری رہی ہیں۔

ادعیہ مسنونہ کے حوالے سے اللہ تعالٰی نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو خود سکھایا تھا اور بہت ہی عمدہ سکھایا۔ ادبنی فاحسن تادیبی (۱۱) اسی لئے آپ افصح العرب والعجم کے اعلٰی منصب پر فائز ہوئے۔ اور آپ کو اپنی بات عمدہ ترین طریقے سے انسانوں تک پہنچانے کا حکم ہوا۔

" وقل لهم فی انفسهم قولا بليغا" (النساء: ۶۳)

آپ انہیں واضح انداز میں بات کہیں " اس آیت کی تفسیر میں تحریر ہے **"قولا بليغا انفسهم وموثرا فی قلوبهم"** (۱۲) ۔ آپ عمدہ طریقے سے پیغام پہنچایئے جو نفوس میں راسخ اور قلوب پر اثر انداز ہو۔

ایک اور تفسیر میں تحریر ہے رجل بليغ يبلغ بلسانه كنه مافی قلبه (۱۳)بلیغ اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنی دلی کیفیت اپنی زبان کے ذریعے دوسروں تک پہنچا دے صاحب جوامع الکلم نے یہ کام انتہائی عمدہ انداز میں سرانجام دیا۔ چنانچہ ہند بن ابی ہالہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز گفتگو اور ابلاغی خوبیوں کے بارے میں یہ کہا۔

" كان رسول الله صلى الله عليه وسلم متواصل الاحزان ' دائم الفكر ' ليست له راحته ولا يتكلم فی غير حاجته' طويل السكوت يفتح الكلام ويختمه باشراقه' ويتكلم جوامع لكلم (۱۴)۔"

(الترمذی باب الشمائل)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیہم غم وحزن کا پیکر رہتے ' ہمیشہ غور و خوض کرتے رہتے انہوں نے پر راحت زندگی بسر نہیں کی' وہ بلاضرورت گفتگو نہیں فرماتے تھے' آپ لمبی خاموشی اختیار کئے رہتے 'گفتگو کی ابتداء وانتہاء واضح انداز میں فرماتے اور آپ کی صفت "جوامع الکلم" ہے۔

یہ حدیث ادعیہ کے اسلوب' ان کے پرمغز ہونے اور ان کی ادبی حیثیت واضح کرنے کی عمدہ دلیل ہے ۔ کیونکہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم بلاضرورت گفتگو نہیں فرماتے تھے۔ گویا آپ کا زندگی بھر دعا فرمانا یہ رہنمائی فراہم کرتا ہے کہ دعا انسانی زندگی کا لازمی حصہ ہے ۔ نیز اسی حدیث میں ہے کہ آپ "جوامع الکلم" کے اعلٰی منصب پر فائز ہوئے ۔ گویا اپنی زبان مبارک سے جو الفاظ بھی ادا کرتے وہ ادب پارہ ہوتے تھے ۔ لہٰذا آپ ادعیہ مسنونہ عربی ادب کا شہ پارہ اور

اعلیٰ ادبی محاسن کا مجموعہ ہیں۔

دعوت اسلامی کا بنیادی مقصد انسان کو خالق کائنات کے حضور جھکانا اور انسانوں کو شرک کی جملہ اقسام سے پاک کرنا ہے۔ داعی حق صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ مقصد ہر وقت عیاں رہتا ہے۔ اس کا اظہار ادعیہ میں جس کثرت سے ہے۔ اس کی مثال کسی دوسری صنف سخن یا نوع ادب میں ملنا دشوار ہے۔ یہ دعا ملاحظہ فرمایئے۔

" اللھم انی اعوذبک من سخطک 'واعوذبک بمعا فاتک من عقوبتک ' لا احصی ثناء علیک ' انت کما اثنیت علی نفسک (۱۵)"

ترجمہ : اے پروردگار! میں تیری سختی سے پناہ چاہتا ہوں ' تیرے عذاب سے درگذر کرنے کے ذریعے پناہ چاہتاہوں' میں تیری بے حد وحساب ثناء نہیں کرپاتا ' جیسے تو نے اپنی ذات کی خوبی بیان کر دی۔

" ادعیہ ماثورہ" میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم بعض الفاظ کو بار بار دہرایا کرتے تھے تاکہ ان کا مدعا سمجھ میں آجائے۔ اور ان کا مفہوم انسانی قلب ودماغ میں جاگزین ہو جائے۔ دعا میں جب رحمت عالم کلمات کو باربار ادا کرتے ہیں ' تو اس وقت وہ اپنی عاجزی اور انکساری ' اللہ جل شانہ کی عظمت وجلال کا اعتراف کرتے اور مکرر الفاظ کے مطالب کو بار بار پیش کرکے ان کی قبولیت کے لئے حریص ہوتے ہیں۔ چنانچہ جب آپ مریض کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے تو یہ دعا سات بار پڑھا کرتے تھے۔

بسم اللہ اعوذ بعزۃ اللہ وقدرتہ من شر ما اجد و احاذر(۱۶)۔

میں اللہ کے نام سے شروع کرتا اور اس کی قدرت اور عزت کے ذریعے شیطان سے پناہ چاہتا ہوں۔ جو تکلیف پہنچی یا پہنچائی گئی اس کی برائی سے پناہ چاہتا ہوں۔ مریض کی عیادت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا بھی فرماتے تھے۔ "اذھب اباس رب الناس" اے انسانوں کے پروردگار اس بیماری (تکلیف) کو ختم کر دے۔

" ادعیہ ماثورہ " کے ادبی محاسن کا کئی پہلوؤں سے مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ ادعیہ کی کثرت اور ادبی محاسن کے مختلف پہلوؤں پر ان کا اطلاق ایک وسیع تر موضوع ہے۔ اس لئے کسی مختصر تحریر میں ان سب امور کا احاطہ ممکن نہیں۔ ہم دعاؤں کی ترکیب ' عبارات کے فنی اور ادبی محاسن

، الفاظ کا انتخاب ، مترادف یا متبادل الفاظ کے استعمال میں احتیاط ، بعض الفاظ کو بار بار دعاؤں میں شامل کرنا اور خاص خاص مواقع کی "ادعیہ ماثورہ" کا اختصار سے ذکر کریں گے۔ "ادعیہ ماثورہ" کا آغاز عام طور پر ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

اللھم - ربنا- اعوذبک اسالک اور سبحان اللہ -

بظاہر یہ الفاظ بہت آسان معلوم ہوتے ہیں - روز مرہ بلکہ ہر روز کئی بار استعمال ہونے کی وجہ سے یہ سب الفاظ مسلمانوں کی زبانوں پر رواں دواں ہیں - لیکن ان میں سے ہر لفظ کی اپنی ادبی قدرو قیمت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں " فواتح الدعا" کے طور پر منتخب کرکے لسانی ، ادبی ، حفظ مراتب اور انسانی ضروریات کے تقاضوں کو پورا فرمایا ہے۔

اگر ادعیہ کا جائزہ لیا جائے تو وہ عام طور پر دو طرح کی ہیں - ایسی ادعیہ جن میں خالق حقیقی کو براہ راست مخاطب کیا گیا ہے ، ایسی ادعیہ کا مفہوم مثبت ہوتا ہے اور ان دعاؤں میں اللہ تعالی سے کسی نعمت کے عطا کرنے کی التجا کی جاتی ہے - ایسی دعاؤں کا آغاز عموما" ، "اللھم"یا "ربنا" کے الفاظ سے ہوتا ہے -

اللھم میں مذکور لفظ "اللہ" اسم ذات الہی ہے اس کی نہ جمع ہے اور نہ ہی تانیث - عرب معاشرے میں شرک کا دور دورہ تھا - لیکن وہاں بھی اس لفظ کا نہ مفہوم تبدیل ہوا اور نہ ہی یہ اسم پاک کبھی کسی بت کے لئے استعمال ہوا - اس لفظ کا استقاق "الہ" سے ہے اور اس پر الف لام تعریف کا اضافہ کرکے "اللہ" بنا - اس لفظ کا اصل مادہ "ال ہ" ہے جو سامی زبانوں میں معبود کے معانی واضح کرتا ہے - بعض اہل لغت نے اس لفظ کو "ول ہ" سے مشتق قرار دیا ہے ، جس کا مفہوم ورطہ حیرت میں ڈالنا اور عاجز کرنا ہے کیونکہ عقل اس ذات کی حقیقتوں کے ادراک سے عاجز اور حیران ہے ، اس لئے اللہ تعالی کی ذات عقل کی حد بندیوں اور پہنائیوں سے بالا تر ہے (۱۷) - یہ لفظ دور جاہلیت میں بھی متداول تھا - اس لئے مقاطعہ قریش کے وقت صلح نامے پر "باسمک اللھم" لکھا گیا- (۱۸) جو اللہ جل جلالہ کی عظمت اور ہیبت کا آئینہ دار تھا -

لفظ "اللہ" کے اصلی حروف تین ہیں - اہل لغت کی رائے ہے کہ یہ تینوں حروف الگ الگ بھی ذات باری تعالی کے لئے استعمال ہوتے ہیں - مثلا لفظ اللہ سے اگر الف الگ کر دیا جائے تو "للہ" باقی رہ جاتا ہے پھرل جدا کیا جائے تو "لہ" بچے گا اور دوسرالام کم کیا جائے تو "ہ"

باقی رہتا ہے ۔ یہ سب الفاظ واجب الوجود کے لئے استعمال ہوتے ہیں ۔ (۱۹) اور "ادعیہ ماثورہ" میں اسم ذات کا استعمال انسان کی عاجزی اور انکساری کی دلیل اور خالق کائنات کی عظمت و جلال کا عکاس ہے جو دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔

"ادعیہ ماثورہ" کے آغاز میں کثرت سے استعمال ہونے والا دوسرا لفظ "ربنا" ہے ۔ ماہرین لسانیات کی رائے ہے کہ لفظ "رب" تمام سامی زبانوں میں موجود ہے اور پرورش کے معانی ظاہر کرتا ہے ۔ جب کہ عربی زبان میں لفظ "رب" معمولی پرورش تک محدود نہیں بلکہ یہ لفظ "مکمل نشوو نما" ارتقاء اور پرورش کی حد تام کو اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہے ۔ (۲۰) لفظ رب + نا کہہ کر انسان اس حقیقت کا اعتراف کرتا ہے کہ خالق حقیقی اللہ تعالی ہی ہمارا پالنے والا اور ہماری پرورش کرنے والا ہے ۔ اس نے انسان کو لوتھڑے سے پیدا کیا اور اپنی ربوبیت سے پرورش کی (۲۱) ۔ اب اگر انسان کی کوئی حاجت یا ضرورت ہو تو وہی مسبب الا سباب اور فیض رساں ہے ۔ اس لئے وہ انسان کی تمام حاجات پوری کرنے والا ہے۔

قرآن و حدیث کی اکثر دعاؤں کا آغاز لفظ "ربنا" سے ہوتا ہے ۔ یہ لفظ ادا کرتے وقت انسان کے دونوں ہونٹ باہم مل جاتے ہیں ۔ گویا یہ لفظ بندے اور اللہ کو باہم ملانے کا ذریعہ ہے ۔ کیونکہ بندے پروردگار عالم کی صفت ربوبیت کا اقرار کرکے اس کی رحمتوں ' برکتوں اور نعمتوں کے خواستگار ہوتے ہیں ۔ اس طرح اس کی رحمت عام ہوتی ہے اور انسانی دعائیں شرف قبولیت کو پہنچتی ہیں۔

دعاؤں کی دوسری قسم وہ ہوتی ہے ۔ جن کے ذریعے سے رب کائنات کے حضور یہ التجا پیش کی جاتی ہے کہ وہ انسانوں کو ہر طرح کی آزمائشوں اور شرو بلیات سے محفوظ رکھے ۔ ایسی ادعیہ کا آغاز عام طور پر "اعوذ" یا "نعوذ" کے لفظ سے ہوتا ہے ۔ اس لفظ کا مفہوم "پناہ مانگنا" ہوتا ہے ۔ یہی وہ لفظ ہے جس کے ذریعے اسلام میں شیطان سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے ۔ (۲۲) ارشادات نبوی ؐ کی روشنی میں جب مسلمان اپنی دعاؤں کا آغاز لفظ "اعاذہ" سے کرتے ہیں تو وہ اس سچائی کا بصدق دل اعتراف کرتے ہیں کہ ہم نے ابلیس کے چنگل میں پھنس کر یہ برائی کی ہے ' یا ہمیں خدشہ ہے کہ ہم ابلیس کے بہکاوے میں آکر برائی کا ارتکاب نہ کریں ' یا کسی مصیبت میں نہ پھنس جائیں اس طرح "اعاذہ" کے ذریعے شیطان سے پناہ چاہنے کے ساتھ ساتھ انسان رب

کائنات کی شفقتوں ' عنایات اور رحمتوں کا طالب بھی ہوتا ہے ۔ ادبی نقطہ نظر سے یہ لفظ شیطانی وسوسوں اور بری تدابیر نیز انسانی نفس کی اپنی تمام خرابیوں سے بچنے کے جملہ امور کا احاطہ کرتا ہے۔ لہٰذا وہ لفظ "صیانہ" "وقایہ" یا حفاظت سے نہ صرف زیادہ بلیغ ہے بلکہ وسیع تر مفہوم کا حامل بھی ہے ۔ اس لئے "ادعیہ ماثورہ" میں سے کثیر دعاؤں کا آغاز اسی لفظ سے ہوتا ہے۔ جس کی بہت سی مثالیں کتب حدیث اور دعاؤں کی کتابوں میں موجود ہیں۔

دعاؤں کی تیسری قسم وہ ہوتی ہے جو مثبت اور منفی دونوں طرح کے امور پر مشتمل ہے ۔ اسی طرح یہ قسم بندے کے کمزور ناتواں اور عاجز ہونے کی عکاس ہوتی ہے کہ انسان ایک فقیر اور سائل ہے جب کہ اللہ تعالیٰ ہی حقیقی عطا کرنے والا اور "ان داتا" ہے ایسی دعاؤں کی ابتداء میں "امسالک یا نسئلک" کے الفاظ ملتے ہیں ۔ لفظ سوال کو دعاؤں کے شروع میں لانے میں یہ نکتہ مضمر ہے کہ دست سوال اسی کے حضور دراز کیا جاتا ہے جس سے سوال پورا ہونے کی توقع اور آرزو ہو ۔ (۲۳) اس لئے انسان اس ذات ستودہ صفات کے حضور ملتجی ہوتا ہے جس کی رحمت ہر چیز پہ سایہ فگن ہے اور تمام نعمتیں جس کے قبضہ قدرت میں ہیں ۔ اور وہ انسانوں کو اپنی رحمت سے نوازتا ہے (۲۴) ۔

جن دعاؤں کا آغاز لفظ "سبحان" سے ہوتا ہے ان میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور عظمت و جلال کو ذریعہ بنا کر انسان اپنی حاجت بارگاہ ایزدی میں پیش کرتا ہے ۔ لفظ "سبحان" سبح یسبح تسبیحا باب تفعیل کے مصدر کا علم ہے ۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے عیوب و نقائص سے مبرا اور پاک ہے ۔ علامہ زمخشری لکھتے ہیں۔

" علم للتسبیح کعثمان للرجل ' وانتصابه بفعل مضمر ' و د ل علی التنزیه البلیغ من جمیع القبائح التی یضیف الیه اعداء الله " (۲۵)

ترجمہ : (لفظ سبحان) تسبیح کا مصدر ہے جس طرح عثمان ہے جو کسی شخص کا علم ہوتا ہے ۔ اس کا فعل مضمر ہے ۔ جس کی وجہ سے لفظ سبحان منصوب (زبر والا) ہے ۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام ان کمزوریوں اور کوتاہیوں سے بالکل پاک ہے جو اللہ تعالیٰ کے دشمن (کفار) اس کی طرف منسوب کرتے ہیں ۔

اس مفہوم کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو مفسر آلوسی سے نقل کی ہے ۔

" عن طلحتہ قال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن تفسیر سبحان اللہ فقال تنزیہ للہ علی کل سوء" ۔ (۴۶)

ترجمہ : حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ "سبحان اللہ" کی کیا تفسیر ہے ؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی ہر برائی سے پاک ہے۔

دعاؤں کے آغاز میں یہ لفظ اس لئے ذکر کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالی کی پاکی اور عظمت بیان کرکے اپنی حاجت اس کے حضور پیش کی جائے ۔ یہ لفظ عموماً ایسی دعاؤں کے شروع میں آتا ہے ۔ جن دعاؤں میں اللہ تعالی سے کسی بڑی نعمت کے حصول کے لئے التجاء کی جائے ۔ اس لفظ سے دعا کا معنوی حسن اور ادبی خوبی میں اضافہ ہوتا ہے اور ایک ایسا سماں پیدا ہوتا ہے جس سے انسان اپنے پرور دگار کی تقدیس کرتا اور اپنا مدعا حاصل کرتا ہے ۔ اس لفظ کے کثرت استعمال سے شرک جلی اور شرک خفی سے نجات ملتی ہے۔

ادعیہ کے آغاز کے الفاظ اللھم ' ربنا ' اعوذبک اور اسئلک اور سبحان اللہ کو "فواتح الادعیہ" قرار دیا جاسکتا ہے ۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عربی زبان و ادب نے انسان کو دعا کا ایک مربوط طریقہ فراہم کیا ہے ۔ جس کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے تاکہ رب کائنات کے حضور دعا کو قبولیت کا درجہ حاصل ہو۔

"فواتح الادعیہ" کے ادبی پہلو واضح کرنے کے بعد اب ادعیہ کے متن (Text) کے بعض ادبی پہلوؤں کی نشان دہی کرتے ہیں ۔

ادعیہ ماثورہ کے لفظی محاسن اور صوتی اثرات نمایاں ہیں ۔ آپ کسی بھی دعا کا مطالعہ کریں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ وہ ہم قافیہ الفاظ پر مشتمل ہے ۔ لیکن اس میں وزن نہیں ہے ۔ اس لئے وہ شعر نہیں تاہم وہ ایسے موزوں الفاظ پر مشتمل ہے جو خود بخود ہی انسانی زبان پر رواں اور قلب میں جاگزیں ہو جاتے ہیں ۔ اس کی مثال ملاحظہ کیجئے

"رب اغفرلی خطیئتی ' ما قدمت و مااخرت ' ما اسررت وما اعلنت " (۴۷)

ترجمہ: اے پرور دگار ! میری خطائیں معاف کر دے ۔ وہ خطائیں جن کا ارتکاب میں نے پہلے کیا یا بعد میں اور جو خطائیں میں نے چھپائیں یا ظاہر کیں ۔

اس دعا میں نہ لفظ ما قدمت سے وما اعلنت تک چار ہم قافیہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں

بلکہ ان چاروں کو دو حصوں میں تقسیم کرکے یاد کرنے کے لئے آسان بنا دیا گیا ہے ۔ جنہیں یاد کرنا آسان ہو گیا ہے ۔ اسی طرح اس دعا پر غور کیجئے کہ اس کے الفاظ کس قدر آسان ہیں ۔ لیکن اس کے جملے درست ' الفاظ ہم وزن اور معانی وسیع تر ہیں کہ زندگی کی اعلیٰ حقیقتوں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوتے ہیں ۔

یہ ادبی حقیقت ایک اور دعا کے ذریعے واضح کی جاتی ہے ۔ کہ چھوٹے چھوٹے فقروں ' آسان الفاظ اور حروف علت یا الفاظ کے صلات کے استعمال سے معانی اور مفاہیم میں ادبی حسن بھر دیا گیا ہے ۔ اس دعاء مسنونہ کا مطالعہ کیجئے ۔

" اللهم انی اسئلک الفوز عند القضاء ' و منا زل الشهد اء و عیش السعد اء ' و النصرنی علی الاعدا ء ' و موافقته الانبیاء " (۲۸)

ترجمہ: اے اللہ ! میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ جب تیری قضاء جاری ہو تو مجھے کامیابی سے ہم کنار کر ' شہداء کا درجہ نصیب فرما ' نیک لوگوں کی زندگی سے سرفراز کر ' دشمنوں کے خلاف میری مدد فرما اور انبیاء (علیہم السلام) کی رفاقت نصیب فرما ۔

یہ دعا پانچ چھوٹے چھوٹے جملوں پر مشتمل ہے ۔ ان میں سے تین جملے دو دو الفاظ پر اور دو جملے تین تین الفاظ پر مشتمل ہیں ۔ پہلے جملے میں لفظ "عند" ہر قضاء کی نشان دہی کرتا ہے جب کہ چوتھے جملے میں لفظ "علی" دشمنوں سے بے زاری کا غماز ہے ۔ جب کہ باقی الفاظ نہ صرف عام فہم بلکہ اردو میں بھی معروف ہیں ' لیکن اپنے اندر ابتداء آفرینش سے انتہائے قیامت تک کے امور کو سموئے ہوئے ہیں ' جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے "جوامع الکلم" ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے ۔ اس دعا میں سہل ترین الفاظ کو بر محل استعمال کیا گیا ہے

بعض "ادعیہ ماثورہ" میں صنعت لفظی کا وصف پایا جاتا ہے کہ الفاظ کو مقدم موخر کرکے ان کے معانی میں تبدیلی اور وسعت پیدا کر دی گئی ہے ۔ اس صنعت لفظی سے لطف اندوز ہونے کے لئے یہ دعا مطالعہ کیجئے ۔

اللهم انفعنی بما علمتنی ' و علمنی ما ینفعنی (۲۹)

ترجمہ : اے اللہ ! جو کچھ تو نے مجھے سکھایا اس سے مجھے فائدہ عطا کر اور مجھے فائدہ مند علم سکھا ! ۔

اس دعا میں لفظ نفع اور علم کو پہلے فقرے میں ایک خاص ترکیب کے ساتھ استعمال کیا گیا ۔

جب کہ دوسرے فقرے میں بھی یہی الفاظ استعمال ہوئے تاہم ان کی ترتیب بدل دی گئی جس سے صنعت لفظی اور صنعت قلب دونوں کا سماں پیدا ہو گیا ہے۔ دو اور مثالیں ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک (۳۰)

۲۔ اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی

۱۔ ترجمہ: اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔

۲۔ ترجمہ: اے پروردگار! تو سراپا معاف کرنے والا ' معاف کرنے کو پسند کرتا ہے اس لئے مجھے معاف کر دے۔

خیر الکلام ما قل و دل (مختصر مگر مدلل گفتگو بہترین ہوتی ہے) کے مصداق یہ دونوں مختصر دعائیں صنعت لفظی کا بہترین نمونہ ہیں کہ اس میں ق ل ب اور ع ف و کے مادوں کو تین بار خوبصورتی کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے اور پہلی دعا میں ہر بار اس مادے کا الگ مفہوم ہے۔ جب کہ دوسری دعا میں ع ف و کا مادہ ایک ہی مفہوم کو بار بار اجاگر کرتا ہے۔

بعض "ادعیہ ماثورہ" کے مطالعہ سے یہ پہلو بھی سامنے آتا ہے کہ افصح العرب ہستی کو زبان پر کامل قدرت اور مکمل دسترس حاصل تھی۔ نیز آپ الفاظ کے انتخاب میں دقیق ادبی فرق کو بھی پیش نظر رکھتے تھے۔ اس فرق کی عمدہ مثال یہ حدیث ہے۔

"اللھم انی اعوذبک من الھم و الحزن و اعوذبک من العجز و الکسل و اعوذبک من الجبن و النحل" (۳۱) (سنن ابی داؤد)

ترجمہ: اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں غم و اندوہ سے ' "عاجزی اور کسل مندی سے بزدلی اور بخل سے"

روایات میں ہے کہ صاحب لولاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یہ دعا صبح و شام مانگا کرتے تھے۔ اس دعا میں لفظ ہم کا تعلق افسوناکی اور غم سے ہے۔ لیکن اس میں انسان کا ارادہ بھی شامل ہوتا ہے۔ جب کہ "حزن" کا مفہوم بھی غم ہے لیکن وہ خارجی عوامل سے وقوع پذیر ہوتا ہے اور اس میں انسانی ارادوں یا جدوجہد کو دخل نہیں ہوتا۔ اسی طرح لفظ "عجز" بھی کام کی تکمیل کا مانع ہوتا ہے ' لیکن یہ ممانعت کسی کمی یا پیدائشی نقص کے باعث ہوتی ہے جب کہ کسل مندی میں نقائص کا دخل کم اور انسانی سستی کاہلی اور کام چوری کا دخل زیادہ ہوتا ہے۔ نیز لفظ "جبن"

انسان کی مردانگی اور قوت ارادی کے فقدان کا نام ہے جب کہ "بخل" ایک اخلاقی برائی ہے ۔ جو مال و دولت کے لالچ سے پیدا ہوتی ہے ۔

اسی دعا میں لفظ "اعوذبک" کا تکرار اس امر کی نشان دہی کرتا ہے کہ ان سب امور کا تعلق رذائل اخلاق سے ہے اور ہر بری بات سے جداگانہ طور پر اللہ کی پناہ چاہی جائے ۔ نیز لفظ "اعوذبک" کے بار بار دہرانے سے معانی میں مضبوطی اور تقویت پیدا ہوتی ہے ۔ اور ادبی خوبی تکرار کی آئینہ دار ہے ۔

"ادعیہ ماثورہ" کے مختلف متون پر غور کرنے سے یہ امر بھی سامنے آتا ہے کہ ہر موقع کی مناسبت سے الگ الگ ادعیہ مروی ہیں ۔ اور ہر دعا کے الفاظ اس موقع کی مناسبت سے ترتیب دیئے گئے ہیں ۔ گویا ادعیہ میں موقع کی مناسب اور وقتی ضرورت کو ملحوظ رکھا گیا ہے جو بجائے خود ایک ادبی قدر ہے ۔ یہ دعا ملاحظہ فرمایئے ۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنی بے خوابی کی شکایت پیش کی ۔ آپ نے مجھے جس دعا کی تعلیم دی اس میں اللہ تعالی کی بلیغ حمد وثناء کے بعد یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔

"اهد لیلی و نم عینی" (۳۲)

ترجمہ : اے پروردگار ! میری رات پرسکون کردے اور میری آنکھوں کو نیند عطا کر ۔ اس دعا میں رات کو پرسکون بنانے اور آنکھوں کو نیند سے آشنا کرنے کی التجا کی گئی ہے جو حضرت زید بن ثابتؓ کی تکلیف کے حل کے لئے موزوں ترین دعا ہے۔

"ادعیہ موثورہ" میں تشبیہ کے ارکان بھی ملتے ہیں ۔ تشبیہ مفرد بھی ہے اور تشبیہ مرکب بھی۔ اس کی مثال وہ دعا ہے جو آپ نماز کی تکبیر کہنے اور قرآت پڑھنے کے مابین فرماتے تھے۔

اللهم باعدبینی و بین خطایای ' کما باعدت بین المشرق و المغرب ۔

اللهم نقنی من الخطایای ' کما ینقی الثوب الابیض من الدنس (۳۳)

ترجمہ: اے پروردگار ! میرے اور میری خطاؤں کے مابین اتنی دوری پیدا کردے جس قدر تو نے مشرق اور مغرب کے مابین دوری پیدا کی ' اور مجھے خطاؤں سے اس طرح اجلا کر دے جیسے دھونے سے میلا کچیلا کپڑا صاف ہو جاتا ہے ۔

اس دعا کے ذریعے خطاؤں سے وہی دوری مانگی گئی ہے جو مشرق اور مغرب کے درمیان قائم ہے ۔ اس تشبیہ مفرد کے ذریعے یہ امر بیان کیا جا رہا ہے کہ جس طرح مشرق و مغرب کا یکجا جمع ہونا محال ہے ' اسی طرح مجھ سے خطاؤں کا سرزد ہونا محال کر دے اور مجھے نیک کاموں پر مامور کر دے ۔ اسی دعا کے دوسرے حصے میں تشبیہ مرکب ہے کہ جیسے کپڑے کو دھو کر میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے اسی طرح نیکیوں کے ذریعے سے برائیوں کو ختم کر دے کیونکہ " ان الحسنات یذھبن السیئات (سورۃ الھود آیت ۱۱۴)

نیکیاں برائیوں کو زائل کر دیتی ہیں ۔

"ادعیہ ماثورہ" کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ دعاؤں کے الفاظ عام طور پر عام فہم اور آسان ہیں ۔ اور مسلمانوں نے "ادعیہ ماثورہ" کو بکثرت یاد کیااور اپنی عملی زندگی پر لاگو کیا ۔ اس وجہ سے بہت سی ادعیہ ماثورہ کو ضرب المثل (Proverb) کا درجہ حاصل ہوا ۔

۱۔ رضیت با اللہ ربا و بالا سلام دینا و بمحمد نبیا

۲۔ اللھم انی اعوذبک من غلبتہ الدین وقھر الرجال

۳۔ اللھم لامانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت (۳۴)

یہ اور بہت سے "ادعیہ ماثورہ" اس قسم کی زندہ و جاوید مثالیں ہیں جو عربی شعر و نثر میں بکثرت استعمال ہوتی رہیں گی ۔

یوں تو حدیث نبویؑ کا پورا ادب لسانی اور ادبی خوبیوں سے مالا مال ہے ۔ تاہم "ادعیہ ماثورہ" کا سرسری جائزہ لیا جائے تو وہ نہ صرف سہل ممتنع کی حد تک آسان زبان میں محفوظ ہیں بلکہ دعا کرنے والے کی قلبی کیفیات کی ترجمان ' ذہنی فکر کی غماز ' انسانی فروتنی اور عاجزی کی ترجمان اور اللہ تعالی پر اس کے یقین اور تعلق کی آئینہ دار ہیں ۔ ادبی نقطہ نظر سے جب ان ادعیہ کا مطالعہ کیا جاتا ہے ' تو یہ خصوصیات سامنے آتی ہیں ۔

"ادعیہ ماثورہ" پر غور کیا جائے تو ان کے الفاظ مانوس ہیں ۔ الفاظ کے معانی واضح ہیں ۔ ہر لفظ اپنے مفہوم کو واضح طور پر بیان کرتا اور انسانی مدعا کی ترجمانی کرتا ہے ۔ ادعیہ انسانی کیفیات کی مظہر ہوتی ہیں جن کے اظہار کے لئے ادعیہ میں غرب ' نادر الاستعمال یا سوقیانہ الفاظ استعمال نہیں ہوتے بلکہ عرب معاشرے میں روز مرہ استعمال ہونے والے الفاظ منتخب کئے گئے ہیں ۔ ادعیہ کا یہ

وصف کسی ایک دعا کے ذریعے واضح نہیں ہوتا بلکہ بیشتر "ادعیہ ماثورہ" اس کی مثال ہیں۔ ہم یہاں ایک دعا نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم میں سے جب کوئی شخص سونے کے لئے بستر پر آنے کا ارادہ کرے تو نماز کے وضو کی طرح وضو کرے پھر دائیں پہلو پر لیٹ کر یہ دعا پڑھے

اللھم انی اسلمت نفسی الیک ' و فوضت امری الیک ' و الجات ظھری الیک ' رھبتہ و رغبتہ الیک لا ملجا و لا منجا منک الا الیک ' اللھم امنت بکتابک الذی انزلت و نبیک الذی ارسلت (۳۵)

ترجمہ: اے اللہ! میں اپنے آپ کو تیرے حوالے کرتا ہوں اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کرتا ہوں اور اپنی پیٹھ تیری طرف ٹیکتا ہوں۔ تجھ ہی سے ڈرتا اور تیری ہی جانب متوجہ ہوتا ہوں تیرے سوا میرا کوئی سہارا اور پناہ گاہ نہیں۔ اے اللہ! تیری نازل کردہ کتاب پر اور تیرے بھیجے ہوئے نبی پر میں ایمان لایا۔

اس دعا کے الفاظ کو پڑھیئے تو ان میں نہ کوئی سوقیانہ لفظ ہے اور نہ ہی کوئی مشکل ' غریب المعنی یا ذومعنی ' مترادف یا قافیہ معانی کا حامل لفظ مذکور ہے۔ بلکہ سیدھے سیدھے روز مرہ کے الفاظ میں اپنی التجاء بارگاہ رب القدس میں پیش کی گئی ہے۔ رافعی نے اس مفہوم کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

و انک لا تری فیہ حرفا مضطربا ' ولا لفظتہ متبکرھتہ علی معنا ھا ' ولا کلمتہ غیرھا اتم منھا اداء المعنی (۳۶)

ترجمہ: آپ (حدیث نبویؐ یا ادعیہ ماثورہ میں) کوئی ایسا لفظ نہیں پاتے جس کے معانی میں تضاد ہوں۔ نہ ایسا لفظ جو اس مفہوم کے اظہار سے عاری ہو۔ اور نہ کوئی ایسا لفظ پائیں گے جو مطلوبہ تعبیر کو اس سے بہتر انداز میں واضح کر سکے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ ہر طرح کے تکلف ' دکھاوے ' مشکل پسندی اور کثرت کلام سے پاک تھی۔ آپ ضرورت کے مطابق گفتگو فرماتے۔ چنانچہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ آپ نہ طویل بات کرتے اور نہ ضرورت سے کم ' یہی سلسلہ آپ نے اپنی ادعیہ مبارکہ میں جاری رکھا۔ اس لئے دعاؤں کا مطالعہ کریں تو وہ آسان الفاظ کا

انتخاب شستہ ہوتا ہے وہ سجع سے پاک اور غیر وری لفاظی سے مبرا ہوتی ہیں ۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمایئے ۔

اللھم انی اعوذبک من قلب لا یخشع ' و دعاء لا یسمع ' و من نفس لا یشبع ومن علم لا ینفع ' واعوذبک من ھو لاء الاربع (۳۷)

ترجمہ : اے اللہ ! میں تجھ سے نہ ڈرنے والے دل سے پناہ مانگتا ہوں غیر مقبول دعا سے پناہ چاہتا ہوں ' سیر نہ ہونے والے نفس سے پناہ چاہتا ہوں ۔ نفع نہ دینے والے علم سے پناہ مانگتا ہوں اور ان چاروں سے تیری پناہ چاہتا ہوں ۔

مذکورہ دعا کا تجزیہ کریں تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ آپ نے جملہ کا آغاز فعل سے نہیں کیا بلکہ کلام کو واضح کرنے اور فعل سے پہلے متعلقات فعل لا کر آپ نے دعا میں ادبی بکتہ پیدا کیا اور پانچوں جملوں کے آخر میں صرف عین پر ختم ہونے والے الفاظ استعمال فرمائے ۔ جن سے دعا کے صوری اور معنوی حسن میں اضافہ ہوا ۔ اور انسان کو یاد کرنے میں بھی آسانی ہوئی لیکن یہ کلام نہ شعر ہے نہ سجع ' جیسا کہ جاحظ کا قول ہے

وکان الذی کرہ الاسجاع بعینھا و ان کانت دون الشعر فی التکلف و الصنعتہ (۳۸)

ترجمہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجع کو ہرگز پسند نہیں فرماتے تھے ۔ اگرچہ تکلف اور اپنی ساخت کے لحاظ سے وہ شعر بھی نہیں ہے

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس حقیقت سے بھی بخوبی واقف تھے کہ آپ جو دعائیں مانگتے ہیں وہ پوری ملت اسلامیہ بلکہ ساری انسانیت کے لئے ہیں۔ اس لئے آپ نے دعاؤں میں نہایت مناسب الفاظ استعمال فرمائے۔ ایسے الفاظ جو بھلائی اور خیر کی عکاسی کریں اور زمان و مکان کی قیود سے بالاتر ہوں۔ کیونکہ مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ نہ صرف زبانوں کی ترقی کا سفر جاری رہتا ہے بلکہ الفاظ ' محاورات اور روز مرہ کے معانی' مفاہیم اور تعبیرات میں ردو بدل ہوتا رہتا ہے۔ لیکن "ادعیہ ماثورہ" ایسی تبدیلیوں سے مبرا ہیں۔ چنانچہ عہد رسالت ماب کی ادعیہ ہر زمانہ میں من و عن انسانیت کے زیر استعمال رہیں اور مستقبل کا انسان بھی ان دعاؤں سے فیض یاب ہوتا رہے گا۔ کیونکہ ان کے الفاظ کی ادبی اور روحانی قوت ان کی قبولیت کی دلیل ہیں۔ یہ دعا ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دو افراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گفتگو کر رہے تھے' کہ ان میں سے ایک شخص کو غصہ آگیا اس پر رحمت عالم نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک ایسی دعا سکھاتا ہوں جو تمہیں غصے سے ہمیشہ نجات دلاتی رہے گی ۔ چنانچہ آپ نے یہ دعا سکھائی ۔

اعوذباللہ من الشیطان الرحیم (سنن ترمذی مسلسل حدیث نمبر۳۵۱۶)(۳۹)

تعوذ بجائے خود ایک ایسی دعا ہے جس کی ادبی قدروقیمت مسلمہ ہے اور اہل لغت' علماء صرف و نحو نے تعوذ کے بارے میں طویل اور مفید بحثیں کی ہیں ۔ نیز بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے بتایا کہ انہوں نے اس روحانی نسخہ کو بروئے کار لا کر بارہا غصہ سے نجات پائی۔

ادعیہ کے اختتام میں عموماً لفظ "آمین" کہا جاتا ہے ۔ دعاؤں کا یہی مسنون طریقہ ہے اس لفظ کا معنی ہے استجاب (۴۰) " اے پروردگار" ! میری دعا قبول فرما! یہ لفظ عربی اور دیگر سامی زبانوں میں اس مفہوم کے لئے استعمال ہوتا ہے ۔ جب اجتماعی دعا کے آخر میں سب دعا کرنے والے افراد بیک زبان یہ لفظ ادا کرتے ہیں ۔ تو ایک ایسا سماں پیدا ہوتا ہے ۔ جس میں اللہ تعالی کی عظمت کا پرتو نمایاں ہوتا ہے اور بندے اس امید سے سرشار ہوتے ہیں ۔ کہ ان کی دعائیں شرف قبولیت پائیں گی۔

مندرجہ بالا سطور میں ہم نے "ادعیہ ماثورہ" سے چند ادبی نکات بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگرچہ یہ نکات ادعیہ کے تمام فنی پہلوؤں اور ادبی محاسن کا احاطہ نہیں کرتے۔ تاہم ان کے ذریعے اس موضوع پر روشنی پڑتی ہے کہ حدیث نبوی کی دیگر اصناف کی طرح " ادعیہ ماثورہ" سے بھی عربی ادب کو نہ صرف نئے نئے الفاظ ' محاورات ' مفاہیم اور تعبیرات میسر آئیں ۔ بلکہ دعاؤں نے انسانی قلب و روح کو بھی جلا بخشی اور انسان کو اپنے خالق حضور ' اس طرح لا کھڑا کیا' کہ بندے اور آقا اور خالق و مخلوق کا فرق واضح ہوگیا ۔ جو اسلامی تعلیمات کا بنیادی عنصر ہے۔

مصادر و حواشی

۱ - اس جملہ میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد "فتلقیٰ آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ انہ ھو التواب الرحیم" (سورۃ بقرہ آیت ۳۷) کی طرف اشارہ ہے مفسرین کرام نے لکھا ہے۔ کہ اس آیت کے ذریعے حضرت آدم علیہ السلام کو سب سے پہلے دعا ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا و ترحمنا لنکونن من الخسرین" (سورۃ الاعراف آیت ۲۳) سکھائی گئی تھی۔

۲ - اس حقیقت کو قرآن حکیم نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ وہی چیز دنیا میں باقی رہ سکتی ہے - جو انسانیت کی بھلائی کے لئے ہو۔ واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض (سورۃ الرعد آیت ۱۷)۔

۳ - الطنطاوی الدکتور محمد السید' الدعاء ص ۱۱' القاہرہ الامانتہ العامہ نشر الثقافہ الاسلامیہ' ۱۹۷۶ء۔

۴ - اس مفہوم کو سمجھنے کے لئے قرآن حکیم میں بہت سی آیات موجود ہیں ملاحظہ فرمایئے سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۸۶ سورہ النمل آیت ۶۲ اور سورۃ المومن آیت نمبر ۶۰۔

۵ - سورۃ الفاتحہ آیت ۵ سورۃ الاعراف آیت ۱۹۹ سورۃ طہ آیت ۱۱۴۔

۶ - دعا کی ترغیب دینے کے لئے ارشادات نبوی سنن ترمذی کی کتاب الدعوات میں جمع کر دیئے ہیں - ان میں سے چند یہ ہیں۔

(ا) ان الدعاء ینفع مما نزل و مما لم ینزل دعا نازل اور نازل آنے والی مصیبتوں کو دفع کرنے کیلئے مفید ہے۔

(ب) الدعاء ھوا العبادہ دعا ہی عبادت ہے۔

(ج) افضل العبادۃ انتظار الفرج تنگی میں فراخی کا انتظار عمدہ عبادت ہے۔

(د) من لم یسأل اللہ یغضب علیہ سوال نہ کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔

(ہ) لیس شی اکرم علی اللہ من الدعاء اللہ تعالیٰ کے ہاں دعا سب سے معزز عمل ہے۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی کے علاوہ ادعیہ ماثورہ پر درج ذیل کتب نظر سے گزری ہیں -

(ا) الکلم الطیب امام ابن تیمیہ الحرانی الدمشقی متوفی ۷۲۸۔

(ب) الورد المصطفیٰ المختار' عبد العزیز بن عبد الرحمن الفیصل آل سعود طبع انصار اللہ المحمدیہ لاہور ۱۹۸۷ء۔

(ج) الدعاء الدکتور محمد السید الطنطاوی۔

(د) شیخ الاسلام ابن تیمیہ انواع الاستفتاح فی الصلوۃ و انواع الاذکار۔ حصن حصین لاہور تاج کمپنی پاکستان۔

(ہ) حکیم اللہ جہان آبادی مرقع کلیمی طبع مجتبائی دھلی ۱۳۱۱ ھ۔

(ز) زین الدین رجب الحنبلی لطائف المعارف' مصر عیسیٰ بابی الحلبی ۱۳۴۲ ھ۔

(ک) النووی المتوفی محی الدین المتوفی ۶۷۶ ' حلیہ الابرار و شعار الاخیار ' ریاض۔

(ل) محمد بن علان الصدیقی ' الفتوحات الربانیہ علی لاذکار النوویہ' فی مجلدین' المکتبہ الاسلامیہ' الریاض۔

(م) امام زین العابدین ۔ صحیفہ السجادیہ تہران ۱۹۸۴ء۔

(ن) البخاری محمد سعید ۔ کتاب الدعا للبرانی ۳ جلدیں والدراسات الاسلامیہ بیروت ۱۹۸۷ء۔

(ف) الفقیر والی عبد الجلیل ۔ تنبیہہ الانام اشفاء الاسلام مصر' مصطفیٰ البابی الحلبی ۱۳۲۸ھ۔

(۸) ۔ اس بیان کا پس منظر یہ ہے ۔ کہ مسلمانوں نے جب بہت سے علوم و فنون وضع کئے اور انہیں ترقی دی۔ تو ان علوم و فنون کے بنیادی اصول کا خمیر قرآن و حدیث نبویؐ کے مواد سے اٹھایا ۔ الفاظ کی صرفی ساخت متعین کرتے وقت علمائے صرف قرآن و حدیث سے استشہاد کرتے ہیں ۔ تفصیل کے لئے دیکھئے علم الصرف کی کتب میزان الصرف اور منشعب وغیرہ جب جملہ کی ترکیب اور مختلف نحوی عوامل ' صلات کے استعمال اور اسم' فعل یا متعلقات فعل وغیرہ پر بحث کی جاتی ہے نیز کوفی اور بصری علمائے نحو کے اختلافات بیان کرتے وقت بھی علمائے نحو قرآن حکیم اور کتب حدیث سے ہی استشہاد کرتے ہیں ۔ تفصیلی مطالعہ کے لئے کتاب سیبویہ 'کتاب المفصل حاشیہ عبد الغفور اور شرح جامی وغیرہ کتب نحو کا مطالعہ کیجئے۔

لغت میں الفاظ کے معانی اور معانی کی مختلف جہتیں اور باریکیاں متعین کرتے وقت نیز الفاظ مترادف یا متضاد الفاظ کے معانی بیان کرتے وقت بھی کتب و حدیث سے ہی مثالیں اخذ کی جاتی ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے العباب الذاخر اور مجمع البحرین للصاغانی القاموس لفیروز آبادی السان العرب لمنظور افریقی ۔ اسی طرح علم معانی' علم بیان اور علم بدیع کی کتب بھی حدیث کا یہ پہلو اجاگر کرتی ہیں۔

(۹) ۔ ان دعائیہ الفاظ کا معنی ہے "اے پرور دگار ! مجھے اپنے بلند ترین ساتھی سے ملا"

(۱۰) ۔ الدعاء مخ العبادہ' الترمذی' ابوعیسیٰ' سنن الترمذی مسلسل حدیث نمبر ۳۴۳۱ طبع بیروت ۱۹۰۸ء۔

(۱۱) ۔ اے میرے پرور دگار ! مجھے عمدہ ادب کی تعلیم دے۔ العجلونی' کشف الخفاء و مزیل الا لباس ج ۱ ص ۷۲' مکتبہ دارالتراث۔

(۱۲) ۔ زمخشری الکشاف ج ۱ ص ۵۲۷ طبع بیروت ' دارالکتاب العربی۔

(۱۳) ۔ القرطبی ' محمد بن احمد الانصاری' الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۲۶۵' القاہرہ دارالکتب المصر ۱۹۶۷/ ۱۳۵۶ھ۔

(۱۴) ۔ الترمذی ' ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ' سنن الترمذی مسلسل حدیث نمبر' بیروت دار لفکر ۱۹۸۰ء۔

(۱۵) ۔ الترمذی ' ابو عیسی محمد بن عیسی سنن الترمذی مسلسل حدیث نمبر ۳۶۶۰' بیروت ۱۹۸۰ء۔

(۱۶) ۔ الترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ السنن الترمذی' مسلسل حدیث نمبر ۳۵۶۲ بیروت ۱۹۹۰ء۔

(۱۷) ۔ البیضاوی قاضی ناصرالدین ' انوارا لتنزیل ج ۱ ص ۵ طبع دارا لسنعادہ ۱۳۱۴ھ۔

(۱۸) ۔ محمد حمید اللہ ' الوثائق السیاسیہ ص ۳۶ طبع بیروت ۱۳۸۹ھ۔

(۱۹) ۔ منظور افریقی ' لسان العرب مادہ لفظ اللہ طبع بیروت۔

(۲۰) ۔ راغب اصفہانی مفردات القرآن ص ۱۸۲۔۱۸۳ طبع کراچی ۱۳۸۰ھ ۱۹۶۱ء۔

(۲۱) ۔ اس آیت کی طرف اشارہ ہے **هو الذی خلقکم من تراب ثم من نطفته ثم من علقته** (سورۃ المومن --- آیت ۶۷) اس امر کی تکمیل دوسری آیت سے ہوتی ہے کمار بینی صغیرا (سورۃ الاسراء آیت ۲۴)۔

(۲۲) ۔ اس امر کی تائید قرآنی دعاؤں سے ہوتی ہے ۔ صرف سورۃ البقرۃ کی چند دعائیں ملا حظہ فرمائیے ۔

(ا) **ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم**

(ب) **ربنا واجعلنا مسلمین لک**

(ج) **ربنا وابعث فیهم رسولا منهم**

(د) **ربنا اتنا فی الد نیا حسنه**

(ہ) **ربنا لا تو خذ نا انا نسینا او اخطانا**

یہ سب دعائیں لفظ "ربنا" سے شروع ہوتی ہیں۔

(۲۳) ۔ یہ مفہوم سورۃ النحل آیت نمبر ۹۸ **فا فا قرات القران فا ستعذ با الله من الشیطان الرجیم** میں بیان ہوا ہے۔

(۲۴) ۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۸۶ " **وانا سائلک عبادی عنی فانی قریب**" اسی مفہوم کو واضح کرتی ہے۔

(۲۵) ۔ "**و رحمتی وسعت کل شئی**" سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۵۶ کے ذریعے یہی تعلیم دی گئی ہے کہ دعاؤں کی قبولیت بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہی ممکن ہے ۔ قبولیت دعا میں بندے کا استحقاق نہیں ہوتا اور نہ ہی تگ و دو یا محنت کا ثمرہ ہے۔

(۲۶) ۔ **زمخشری جار اللہ' الکشاف** ج ۲ ص ۶۴۶ طبع بیروت' دارالکتاب العربی۔

(۲۷) ۔ الوسی' شہاب الدین محمود' روح المعانی ج ۱۵ ص ۳ طبع دمشق المطبع المنیریہ۔

(۲۸) ۔ الترمذی' ابوعیسیٰ' سنن الترمذی مسلسل حدیث نمبر ۳۴۸۲' بیروت ۱۹۸۱ء۔

(۲۹) ۔ الترمذی ' ابو عیسیٰ ' سنن الترمذی ' مسلسل حدیث نمبر ۳۴۷۹ بیروت' دار لفکر ۱۹۸۰ء۔

(۳۰) ۔ الترمذی ' امام ابو عیسیٰ ' سنن الترمذی مسلسل حدیث نمبر ۳۶۶۹ بیروت ' دارا لفکر ۱۹۸۰ء۔

(۳۱) ۔ الترمذی ' امام ابوعیسیٰ ' سنن الترمذی مسلسل حدیث نمبر ۳۵۸۸ اور حدیث نمبر طبع بیروت ' دارا لفکر ۱۹۸۰ء۔

(۳۲) ۔ ابو داؤد سجستانی ' سنن ابی داؤد ج ص طبع دارا لفکر بیروت۔

(۳۳) ۔ اس حدیث کو امام غزالی نے علم الیوم **واللیلہ** میں نقل کیا ہے۔ لیکن مکمل حوالہ نہیں مل سکا۔

(۳۴) ۔ الترمذی' ابوعیسیٰ سنن الترمذی مسلسل حدیث نمبر بیروت دارا لفکر ۱۹۸۰ء۔